تصوف اور فن خطاطی

محمد اقبال بھٹہ *

فن خطاطی ان علوم وفنون میں سے ہے جو مسلمانوں ہی کی مرہون منت ہے بلکہ اس کے ضبط وقواعد کا براہ راست تعلق بھی قرآن حکیم سے ہے اور اسلام میں خطاطی کا مقام اس لحاظ سے مسلّم ہے کہ قرآن کی کتابت سے روحانی بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔قلم اور علم کا تعلق قرآن پاک کی پہلی وحی سے ثابت ہوتا ہے۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔

پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا۔(۱)

اس حکم کی تعمیل اس جوش وخروش سے ہوئی کہ جنگ بدر میں پڑھے لکھے قیدیوں کو اس شرط پر رہا کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھائیں جبکہ باقی قیدیوں کو چار چار ہزار درہم کی خطیر رقم ادا کرنا پڑی اس کے نتائج حیران کن مرتب ہوئے قرآن پاک عربی کی پہلی کتاب ہے (اس سے قبل عربی کی کوئی کتاب نہ لکھی گئی تھی کہ وہ ان پڑھ لوگوں کی زبان سمجھی جاتی تھی) اور اس پر تھوڑے ہی عرصے میں عربی زبان نہ صرف دنیا کی متمول ترین علمی زبانوں میں سے ایک ہوگئی بلکہ اس کے کچھ ہی بعد بین الممالک علمی زبان بن گئی اور مشرق ہی نہیں سارے یورپ سے طلبہ اسلامی درسگاہوں میں آتے اور (اندلس واٹلی) میں ہر علم وفن خاص کر طب، ہئیت، ریاضی وغیرہ کی تعلیم پاتے۔قرآن نے ہی مسلمان علم تفسیر،علم لغت،صرف ونحو،تاریخ،جغرافیہ،فقہ،قانون،عقائد معاشرت،تجوید وقرات جیسے علوم سے آشنا ہوئے اور ان علوم کو دیدہ زیب حالت میں کرنے کے لئے علم خطاطی کو ترقی دی گئی اور جب خطاطی نے ترقی کی تو ادب کا تقاضا کہ قرآن مجید خوبصورت ہو اسلامی خطاطی نے عالم اسلام کو جلد سازی قلمسازی اور صنعت روشنائی جیسے فنون سے روشناس کرایا۔(۲)

نبی کریم ﷺ کے وصال کے صرف پندرہ سال بعد حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مسلمان فوجیں ایک طرف اندلس(یورپ) میں پہنچ گئیں تو دوسری طرف ماوراء النہر میں چین کے اندر گھس گئیں۔جنوب میں مغربی ہند اور پاکستان کے ساحلی رقبے بھی ان کے زیر اقتدار آ گئے اور تین براعظموں ایشیا، یورپ اور افریقہ پر وہ حکومت کرنے

* ڈپٹی ڈائریکٹر، کیبنٹ ڈویژن اسلام آباد، پاکستان

لگے جہاں محکومین نے ان فاتحین کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر ان کا استقبال کیا اور ان کی حکومت اتنی دیرپا رہی کہ اندلس کو چھوڑ کر یہ سارے علاقے عملاً آج بھی مسلمان ہی ہیں۔ مفتوح علاقوں میں مسلمانوں نے اپنا سارا قانون دستوری، دیوانی، فوجداری، قانون بین الممالک، تجارت، غیر مسلم رعیت سے برتاؤ کے قواعد وغیرہ سارے ہی قرآن سے نکالے اور ایسے نکالے کہ وہ قانون روما سے بھی زیادہ منصفانہ اور متمدن تسلیم کئے گئے۔(۳)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے علوم وفنون کا سرچشمہ صرف اور صرف قرآن کریم ہی ہے اور مسلمانوں نے بھی قلم اور تحریر کے ذریعے مختلف فنون علوم وفنون کو کمال بخشا بلکہ خود قلم کو بھی وہ فن سکھایا جسے خطاطی کہا گیا کہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمانوں سے قبل قلم اس لطیف فن سے ہرگز آشنا نہ تھا اسلامی تہذیب کی بدولت جو علوم وفنون موجود ہیں ان میں خطاطی کو ایک پاکیزہ اور لطیف ترین فن شمار کیا جاتا ہے کسی بھی تہذیب نے اپنی خطاطی پر اتنی توجہ نہیں دی جتنی مسلمانوں نے (۴)۔ایک نسل سے دوسری نسل تک علم منتقل کرنے کو سائنس آف ایجوکیشن کہتے ہیں بعض لوگ تعلیم کے مفہوم معنی محض پڑھنے اور پڑھانے کے عمل کو لیتے ہیں لیکن تعلیم کے وسیع تر مفہوم نہ صرف سیکھنا سکھانا بلکہ اس کے ثقافتی حوالے سے اس کے اثرات کو جاننا بہت ضروری ہے اور کسی بات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے تقریر کے علاوہ تحریر ایک اہم ذریعہ ہے اس لیے فن خطاطی کی تعلیم مسلمانوں میں خاص اہمیت کی حامل ہے اس فن کی جلا میں اسلامی جذبہ وعقیدت مضمر ہے۔(۵)

اسلام میں تعلیم کا مقصد خدا کو جاننا اور اسکی تعریف کرنا دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اسکی تعریف کرنا اگر کوئی مسوّدہ خوبصورت الفاظ کے قالب میں ڈھل کر ہمارے سامنے نہ آئے تب تک علم کا حصول ممکن نہیں اور اگر کسی علم میں دینی اور مذہبی پہلو بھی ہو تو اس کا سیکھنا اور سکھانا عبادت کی حدوں کو چھونے لگتا ہے۔(۶) جہاں اساتذہ مختلف علوم وفنون کی تربیت دیتے اور اس کام کا معاوضہ پاتے اسے مدرسہ کہا گیا۔انہی خطوط پر خانقاہ زاویہ، رباط، دارالحدیث، دارالقرآن قائم ہوئے۔(۷)

جس طرح مائیکل ہیملٹن برگون نے 'مملوک یروشلم' میں خانقاہ، زاویہ، رباط کے بارے یہ معلومات بہم پہنچائی ہیں:

"Student had to learn and teacher of calligraphy were paid for their labour, though teaching does not seem to have been a road to fortune, some calligrapher doubled as book dealers, selling what they produced and often employing other scribe. Although, primarily patronage like that awarded Umar Aqta, could pay lavishly. It was rarely a secure living dependent as it was upon a patron, fortune,

taste and passion for the art commitment could be mutable, moral professional self-discipline. The long years of diligent application had passed before a student could hope claim proficiency in the most exalted of Islamic Arts. As the teachers and lecturers (Sing Mudaras) gathered with their students in new residential college maintained by the appropriate salaries. So the Sufies, the Shaykhs and the Neophytes lived and assembled for their devotions in foundation variously called Khanqahs, Ribats or Zayiyas. Specialized off shoots from the Madrasa concept were center for the study of (Quran Sing Darul Quran) and similarly those for the traditions of the Prophet (Singh Darul Hadith)." (8)

خطاطی کا باقاعدہ مدرسہ اسلامی حوالے سے مدینہ منورہ میں رسول اکرمؐ نے حضرت ابن ارقم کے گھر پر قائم کیا جہاں آپ لوگوں کو کلام اللہ پڑھایا کرتے تھے۔آپ نے بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ابن اُم کلثوم کو مدینہ بھیجا تاکہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اس طرح مسجد نبوی میں درس قائم ہوا اور اس کام کی نوعیت کے اعتبار سے تکتیب سے لفظ کتاب یا حکمت بنا۔اور بعد میں اس لفظ کی اصل کو فراموش کر دیا گیا۔(۹)

رفتہ رفتہ اس لفظ یعنی مکتب کا اطلاق عام تعلیمی اداروں کے لئے بھی ہونے لگا۔اینسویں صدی میں زیادہ تر مدرسے، مساجد یا پھر نجی گھروں، چھپروں کے نیچے لگنے لگے یا پھر طالب علم خود اُستاد کے گھر جمع ہو جاتے۔(۱۰) کچھ مثالیں ایسی بھی ہیں کہ قصبے کے کسی معزز شخص نے اپنے مکان کا ایک حصہ مدرسے کو دے دیا۔لہٰذا اب صوفی، ولی، خانقاہ کا قلم سے رشتہ کیسے قائم ہوتا ہے۔اہل صُفہ وہ زھاد تھے جو بعہد رسالت مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے شمالی جانب کے پیش دالان میں رہتے تھے صوفی لفظ کا مادہ صوف (اون) اُونی لباس عادتاً پہن لینا صوفی بن کر خود کو متصوفانہ زندگی کے لیے وقف کر دینے کو تصوف کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔الصوفی (۱۱) تاریخ میں پہلے پہل آٹھویں صدی کے نصف آخر میں کوفہ کے ایک شیعہ کیمیاگر جابر بن حیان ساتھ جو زہد میں ایک مسلک خاص رکھتا تھا اس کے بعد صوفیا کی اصطلاح مسلمان متصوفین کے لئے اسی طرح استعمال ہونے لگی جس طرح آج کل ہم صوفیا اور تصوف کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اس درمیانی وقفے میں صوف یا سفید اونی خرقہ جسے غیر ملکی اور عیسائی لباس سمجھا جاتا تھا جس کے استعمال پر حسن بصری کے مرید فرقد سنجی کو ملامت کی گئی بعد میں یہی لباس نمایاں طور پر راسخ العقیدہ مسلمانوں کا لباس بن گیا اب صوف وہ بھی ہے جو خوشنویس حضرات اپنی دوات میں سیاہی کو متوازن رکھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں یہ ایک پرانے سوتی کپڑے کا ٹکڑا ہوتا ہے جو قلم کو دوات میں ڈبوتے وقت قلم پر

سیاہی کا توازن برابر رکھتا ہے اس طرح صوفی کا مطلب لکھنے والا، متوازن قلم سے لکھنے والا، عمومی طور پر کوئی نہ کوئی کاتب خانقاہ میں ہر وقت موجود ہوتا جو صاحب خانقاہ کے ملفوظات کو لکھتا رہتا۔

اب ذرا ولی کے لفظ پر غور فرمایئے۔

ولی:

ولی کے لغوی معنی ہیں قریب ہونا۔حکمرانی کرنا کسی کی حفاظت کرنا' مربیٰ۔سرپرست محسن حمایتی دوست، ولی کا لفظ اپنی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتو اللہ کا مقرب خدا رسیدہ یا برگزیدہ۔اب دیکھئے خانقاہ کیا ہے۔

خانقاہ:

خانقاہ ایسی جگہ ہے جہاں راہب صوفی درویش قسم کے لوگ تارک الدنیا ہوکر عبادت کرتے ہیں اور عمومی طور پر مزار کے قریب خانقاہ بنائی جاتی اس لفظ کی اصل 'خان' بمعنی بزرگ 'قاہ' بظاہر گاہ اہل عرب نے اسے معرب کرکے اسے خانقاہ بنالیا۔

خانقاہ فارسی لفظ ہے جس کے معنی تربیت کے ہیں جہاں تزکیہ نفس اور صحت واخلاق کی عملی تعلیم دی جاتی ہے۔مصر میں خانقاہ کے لیے زاویہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔(۱۲)

وسیع معنوں میں خانقاہ سے مراد دیر، بقعہ، معبد اور زاویہ بھی ہے خانقاہ کو عربی میں رباط کہتے ہیں 'رباط' کا لفظ رابطہ سے ہے 'مصباح اللغات' میں رباط کے معنی جس سے کسی چیز کو باندھا جائے قلعہ یا وہ جگہ جہاں لشکر سرحد کی حفاظت کے لیے قیام کرے نیز فقرا کے مکان موقوفہ کو بھی رباط کہتے ہیں۔

خانقاہ کو انگریزی میں Monestry کہتے ہیں جبکہ نیو آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیا ڈکشنری میں خانقاہ کا مفہوم یوں بیان گیا گیا ہے:

"Monestry mean the rsidence of Commenity of monkes"

انسائیکلو پیڈیا آف امیرخانہ میں خانقاہ کو عبادت اور رہنے اور کام کرنے کے لیے ایک کامپلیکس قرار دیا ہے عسائیت، بدھ مت، ہندومت کے مذہبی لوگ اپنے آپ کو عبادت ریاضت کے لیے جو جگہ مخصوص کرلیتے ہیں۔اسے Monestry کہتے ہیں۔

ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا آف امیرخانہ میں Monasticism کو مذہبی ثقافتی اور سماجی عقائد و اعمال کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے اور اس میں ایسے تجربات شامل ہیں جو عام انسانی عقل سے ماورا ہوتے ہیں۔

خانقاہ دراصل ایسے آدمی کی پناہ گاہ اور رہائش گاہ ہے جو دنیا کے تمام معاملات سے الگ ہوکر اپنے آپ

کو مذہب کے حوالے کر دیتا ہے اور یکسوئی کے ساتھ انسانی معاشرے سے الگ تھلگ ہو کر اپنے مذہب کو اوڑھنا بچھونا بنا لیتا ہے اپنے فن کو پاکیزگی کے راستے پر لانے اور روحانی کمال حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے۔

اقلیدس کے مطابق:

خط ایک روحانی جیومیٹری ہے جو جسمانی آلے سے ظاہر ہوتی ہے۔

افلاطون کے مطابق:

قلم عقل کی بیڑیاں ہیں جس کا ارتقاء اور روح کی تمنا اس کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔(۱۳)

حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق:

''قلم اپنے لکھنے والے کو ظاہر کرنے میں تامل نہیں کرتا۔'' (۱۴)

جالینوس کے مطابق :ا

قلم خط کا طبیب ہے روح کی تدبیر کرتا ہے اور معنی اس کی صحت کا سرچشمہ ہیں۔(۱۵)

برصغیر میں وسطی ایشیا سے آنے والے حملہ آوروں میں سلطان محمود غزنوی علم وفن کی قدر دانی میں اپنے معاصر حکمرانوں سے بڑھا ہوا تھا جو ہر سال علماء شعراء اور کاتبوں کی امداد میں کثیر رقم صرف کیا کرتا تھا اس نے غزنی میں ایک درالعلوم قائم کیا جس میں بے شمار کتب جمع کیں۔ اس وسیع ادارے کے انصرام کے لیے طلبا اور اساتذہ کے لیے بیش بہا رقم وقف کی اسی زمانہ میں لاہور میں دفتر دیوانی قائم کیا گیا اور یہاں پر باقاعدہ قلم دوات میسر آنے لگا پہلے یہاں پر کاغذ کی کمی تھی اسی دور میں دریائے سندھ بمقام اٹک سے حسن ابدال تک باقاعدہ اسلامی تعلیم کے لیے دو مدرسے قائم کئے اور ایک فوجی جرنیل ساروغ ان کا منتظم مقرر ہوا(۱۶)۔مسعود کو مغربی اضلاع کا حاکم مقرر کیا جو علماء اور فضلاء کا قدردان تھا اس نے اپنی عہد حکومت میں مساجد، مکاتب، مدارس قائم کئے ابراہیم غزنوی خود بڑا خطاط تھا اور ہر سال ایک قرآن کریم لکھ کر مکہ مکرمہ بھیجتا۔(۱۷)

ابراہیم غزنوی کا زمانہ (۴۵۱-۴۹۲ھ/۱۰۹۹-۱۰۵۹ء) میں لاہور میں علمی سرگرمیاں پورے عروج پر تھیں اس دور میں ابونصر فارسی نے لاہور میں ایک خانقاہ قائم کی جو اہل علم اور دوسرے لوگوں کی جائے پناہ تھی۔(۱۸)

پنجاب میں غزنوی قبضہ قدر مستحکم ہوا کہ اس خاندان کی حکومت پہلے غزنی سے ختم ہوئی اور بعد میں لاہور سے اس خاندان کے آخری تین بادشاہوں نے لاہور ہی کو صدر مقام قرار دیا اور یہیں مقیم رہے۔ سلاطین غزنویہ نے جہاں ہندوستان پر حملوں کے نتیجہ میں مال کے انبوہ کثیر لگائے وہاں غزنویوں نے علم وادب فن وثقافت کی ترویج کے لئے بے پناہ کام کئے غزنی سلطنت سے الحاق کی وجہ سے لاہور اہل علم وفن کا مرکز بنا اور یہاں کے حکام کے

درباروں میں علما اوراہل فن کی کثیر تعداد نظر آنے لگی اس زمانہ میں بے شمار مسلم خاندان دوسرے ممالک سے تلاش معاش، سرکاری ملازمت یا تبلیغ وغیرہ کے سلسلہ میں لاہور آ کر آباد ہوئے، علاوہ ازیں مقامی باشندگان نے بھی اسلام قبول کرنا شروع کر دیا یہاں مسلم معاشرہ وجود میں آیا غزنی دور میں جو علماء یہاں رہائش پذیر ہوئے ان میں حضرت علی ہجویری (۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء) کا نام نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔حضرت فخر الدین حسین زنجانی التوفی (۴۳۱ھ/۱۰۳۹ء) سید اسماعیل محدث التوفی ۴۲۸ھ/۱۰۳۶ء مرجع خلائق عام ہیں حضرت علی ہجویری نے لاہور ہی میں اپنی شہرہ آفاق تصنیف کشف المحجوب تالیف کی جسے خانقاہ سے متعلقہ خوشنویس نے کتابت کیا۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

شیخ محمد اسماعیل (۳۹۵ھ/۱۰۰۴ء) میں لاہور آئے تو درس وتدریس کے سلسلے کے ساتھ انہوں نے خطاطی کی تدریس جاری رکھی (۱۹)۔ لاہور میں مدفون ۳۶۰ اولیاء اللہ کے حالات محمد دین کلیم نے لکھے جن کی خانقاہوں سے خطاط بھی وابستہ رہے (۲۰)۔ لاہور میں اسلامی مملکت کے تحت علم وفضل کے چشمے یہاں پہلے ہی سے رواں تھے (۵۸۲ھ/۱۱۸۶ء) تک لاہور میں علماء کا جم غفیر موجود تھا جن میں سے کچھ علماء (۵۸۸ھ/۱۱۹۲ء) میں دہلی سدھارے اور اسلامی فتوحات کے لئے راہ ہموار کی ایک دور میں لاہور کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی اور تمام جشن سلطنت یہیں منعقد ہوا کرتے تھے۔لاہور میں ہی فخر مدبر، مبارک شاہ، تاج الدین، حسن نظامی جیسے محققین اور مورخین سید احمد توختہ ترمذی التوفی (۶۰۲ھ/۱۲۰۶ء) اور شیخ یعقوب زنجانی التوفی (۶۰۴ھ/۱۲۰۷ء) شیخ عبدالعزیز (۶۲۲ھ/۱۲۵۵ء) جیسے علما اور اصفیاء مقیم تھے۔تذکرہ علمائے ہند نزھتہ الخواطر میں ہے کہ امام صنعائی لاہور میں پیدا ہوئے اس زمانہ میں بے شمار ادیب شاعر فاضل لاہور میں موجود تھے ان میں بلکہ ارباب فضل وکمال اور ارباب زہدواتقیاء اور صوفیا اور مشائخ کا مسکن بھی تھا جہاں خوشنوسیوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔

سلاطین دہلی شاعروں، ادیبوں، مورخین، مصوروں خطاطی اور اولیائے کرام کے ساتھ قربت رکھتے اور اس قربت نے بادشاہوں کو بھی ولی کے درجہ پر متمکن کر دیا۔ سلطان شمس الدین التمش کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے قرب تھا اور جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جس کی کوئی نماز بھی قضا نہ ہوئی ہو آپ کے جنازے کے وقت یہ اعلان کرایا گیا تو دو مرتبہ اعلان کے بعد جب کوئی شخص جنازہ پڑھانے نہ آیا تو بالآخر سلطان شمس الدین التمش نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور کہا کہ آپؒ نے مجھے ظاہر کر دیا یہ بادشاہ وقت نہ صرف ولی بلکہ ایک عمدہ خوشنویس بھی تھا اس عہد میں قادر الکلام شاعر سدید الدین محمد عونی (۶۰۳ھ/۱۲۰۶ء) میں شہر نیشاپور کے مشہور ادیب شاعر کاتب سلطان سنجر کے دبیر منتخب الدین کی صُحبت میں

رہ کران کی تصنیف رقیہ القلم پڑھی (۲۱)۔سدیدالدین عونی بھی خطاط تھے۔التمش نے دو مدرسے مغزیہ اور ناصریہ قائم کئے جن میں عربی فارسی قرآنی تعلیمات کے ساتھ ساتھ خطاطی کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ سلطان کی تقلید میں اس کے صوبائی گورنر بختیار خلجی نے رنگپورہ بہار میں مدرسہ قائم کیا شمس الدین محمد بلخی المعروف محمد الکاتب البلخی اسی دربار سے وابستہ تھا عوفی کا بیان ہے کہ یہ شخص خطاطی کے مشہور اساتذہ ابن البواب اور ابن مقلہ کا مقلد تھا (۲۲)۔ برصغیر میں یہ روایت جاری رہی گولکنڈہ میں سلطان محمد علی شاہ ترویج علوم میں عالی مرتبہ رکھتا اس نے حیدرآباد کے وسط میں چار مینار کی عمارت اور مسجد تعمیر کی جس کے ساتھ عظیم الشان مدرسہ تھا اس میں مصلحین اور متعلمین رہتے تھے عوفی شمس الدین محمد بلخی کے شاعرانہ کمال ذاتی اوصاف ومحاسن لطافت طبع خلق وکرم اور دولت پروری کا بڑا معترف ہے وہ لکھتا ہے وہ ایک ایسا جوان ہے جس کی نظیر چرخ پیر نے نہیں دیکھی اور چکر لگانے والے آسمان نے اس کی جامع صفات سے کسی اور کو نہیں پایا شاعری میں یہ شخص انوری کا ہم پلہ اور لاہور کے مشہور شاعر حمیدالدین شالی کوب اور ادیب شرف الدین احمد دماوندی کی محبت سے بہرہ ور ہوا (۲۳)۔عوفی خود بھی ادیب، نثر نگار، قادر الکلام شاعر اس کی وعظ گوئی، نثر نگاری سخن گوئی اور پایۂ علمی کی داد دیتے ہوئے محمد بن سمرقندی جو اس کے فارسی ترجمہ الفرج بعد الشدۃ کا کاتب بھی تھا اسے وعظ الملوک والسلاطین منشی النظم والنثر ملک الکلام کے القابات سے یاد کرتا ہے اسی عہد میں ایک اور شاعر اور خطاط حکیم روحانی جو بہرام شاہ کا درباری شاعر تھا کا ذکر طبقات اکبری خلاصۃ التواریخ اور تاریخ فرشتہ میں ہے امیر روحانی التمش کے عہد میں ہی بخارا سے دہلی آیا اور (۶۲۴/۱۲۲۶ء) میں اس کے دربار سے منسلک (۲۴) نظام الملک ثانی قوام الدین محمد جنیدی التمش دور کا صاحب علم اور با کمال خطاط تھا۔التمش خود بھی کاتب قرآن تھا سلطان کا بیٹا محمود (۶۶۴ھ/۱۲۶۵ء) زبردست عالم اور اس کی بیٹی رضیہ سلطانہ (۶۳۴ھ/۱۲۳۶ء) قاریہ قرآن اور علماء صلحاء کی قدر دان تھی۔

ناصرالدین محمود (۶۶۴ھ/۱۲۶۵ء) کا ذریعہ معاش بھی خطاطی اور قرآنی کتابت تھی فرشتہ ابن بطوطہ کے حوالہ سے لکھتا ہے یہ بادشاہ نہایت نیک چلن تھا قرآن شریف کتابت کر کے اس کی اجرت سے گذارا کرتا ہے ۔قاضی کمال الدین نے مجھے اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن کریم دکھایا جس کا خط اچھا اور کتابت منشیانہ تھی۔(۲۵)

طبقات اکبری میں ہے کہ سلطان ناصرالدین محمود سال میں دو کلام مجید کتابت کرتا اور انہی کے ہدیہ سے اپنے مصارف پورے کرتا ایک مرتبہ کسی امیر نے اس خیال سے سلطان کا لکھا ہوا مصحف معمول سے زیادہ قیمت دے کر خرید لیا۔ جب سلطان کو معلوم ہوا تو اسے ناگوار گزرا اور اس نے آئندہ سے خفیہ طور پر اپنا لکھا ہوا مصحف بازار بھیج کر وہی ہدیہ وصول کیا جو عام طور پر بازار میں کاتب کو دیا جاتا (۲۶)۔سلطان بلبن (۶۶۴ھ/۶۸۶ء) کو حضرت بابا فرید

گنج شکر سے قرب حاصل تھا کہ اس نے اپنی بیٹی آپ سے بیاہی۔ بلبن کا بیٹا شہزادہ محمد سلطان ایک اچھا منتظم تھا۔ اس کے عہد میں چنگیز خانی فتنہ سے پریشان جو مختلف شہزادے باہر سے آئے ان کی معیت میں خوارزم، دیلم، غور ،یمن ،موصل ،سمرقند ،کاشغر ،مرو ،خطاء سے علماء فضلا اور دوسرے اہل ہنر بھی بڑی تعداد میں ہندوستان آئے بلبن نے ان کو شہزادوں کو اور دیگر ارباب کمال کو علیحدہ علیحدہ محلوں میں آباد کر کے ان کی سرپرستی کی اور ان علماء سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔ شہزادہ محمد سلطان جسے حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفہ امیر خسرو کا قرب حاصل تھا ایک بلند پایہ خطاط تھا اس نے اتیمر خان کے لشکر کا مقابلہ دریائے راوی کے کنارے کیا۔ شہزادے کے لشکری ایتمر خان کے مقابلے میں دور نکل آئے ۔ظہر کے بعد بڑھتے ہوئے محمد سلطان کو ایتمر خان کے لشکریوں نے اچانک ہلہ بول کہ شہید کر دیا یہاں سے مغلوں نے امیر خسرو اور حسن دہلوی جو شہزادہ کے ہمرکاب تھے گرفتار ہوئے ضیا الدین برنی کے مطابق دہلی میں اس نے کئی بار امیر خسرو اور امیر حسن دہلوی کو حیرت اور افسوس کے ساتھ یہ کہتے سُنا۔

"اگر ہم لوگوں اور دوسرے اہل ہنر کی قسمت یاور ہوتی تو تمام اہل ہنر روپوں میں غرق ہو جاتے۔ امیر خسرو اپنے دیوان ''تحفہ الصغر ''میں لکھتے ہیں کہ ان کے استاد خواجہ سعد الدین نے ان کو خوشنویسی سکھانے کے لیے ان کی پیٹھ پر دُرّے لگائے (۲۷)۔ سلطان محمد کی طرح بلبن کا دوسرا بیٹا بغرا خان بھی خطاط تھا م ،بلبن کا پوتا معزالدین کیقباد بھی خطاط تھا حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ کے کتبے مولانا شہاب الدین معمائی کے زور قلم کا نتیجہ ہیں اور ان کے بیٹے کمال ابن شہاب کی وصلی آج بھی لاہور میوزیم کی زنیت ہے(۲۸)۔ تغلق عہد کے مدارس کافی اہمیت کے حامل رہے ضیاء الدین برنی کے مطابق تغلق عہد میں مساجد کے ساتھ ساتھ کتب خانوں کا قیام اور خانقاہوں میں باقاعدہ پیشہ ور خطاط موجود ہوتے ۔ محمد تغلق (۷۲۵ھ۔۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء۔۱۳۲۴ء) بہت بڑا خطاط، زبردست عالم اور معاشیات تھا کئی زبانیں جانتا تھا اور عربی فارسی اور ترکی میں اعلیٰ پائے کا ادیب شاعر اور خطاط تھا بابر کی برصغیر تک کتبات میں نستعلیق پر عربیت کا اثر نفوذ تھا جو کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے مزار پر شہاب المعمائی کی خطاطی سے ظاہر ہو جاتا۔

اکثر مغل حکمران یا تو خود خطاط تھے یا پھر خطاطی کے دلدادہ تھے ان کا نصب العین تھا شہزادوں کی تربیت خطاطی کے لیے اتالیق مقرر کیے جاتے اکبر اور جہانگیر صوفیاء اور مشائخ کے ہم نشیں رہے اور ان سے کوئی تعرض نہ کیا بابر سے قبل ہندوستان میں مفت تعلیم کا رواج تھا طلبہ سے کسی قسم کی فیس یا اُجرت نہیں لی جاتی اور انہیں ابتدائی تعلیم خاص اہتمام سے دی جاتی ۔ چنانچہ کوئی گاؤں ایسا نہ تھا جہاں مسجد نہ ہو اور ہر مسجد کے ساتھ مکتب ہوتا تھا اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے قصبوں میں بھی مکتب اور مدرسے تھے اور مسجد کا امام عموماً کتابت کے علاوہ طبابت بھی کرتا پنجاب

کے دیہات میں یہ رواج آج بھی ہے کہ بڑے شہروں میں سرکاری سرپرستی میں مکاتب قائم تھے جن سے ہزاروں طلباء مستفید ہوتے مساجد اور صوفیاء کرام کی خانقاہیں ملک بھر میں قائم تھیں جہاں عبادت وریاضت کے ساتھ ساتھ خطاطی اور کتب سازی پر بھی توجہ دی جاتی رہی جہاں صوفیاء کے لئے مخطوطات اور تصنیفات بڑے اہتمام سے کتابت کئے جاتے تھے اس مقصد کے لیے مصارف کے طور پر بادشاہ اور امراء جاگیریں اور تعلیمی وظائف کے طور پر بادشاہ جاری کرتے مولانا شہاب الدین ہروی (۹۲۵ھ/۱۵۴۵ء) تک بابر کے عہد کے مشہور خطاط لاہور دہلی گئے جہاں انہوں نے حضرت نظام الدین اولیاء کے مزار کے بعض کتبات لکھے حضرت ایشان خواجہ خاوند محمود نے رسالہ محمودیہ میں آپ کا شجرہ نبی اکرم تک مرقوم ہے رسالہ محمودیہ کے ضمیمہ میں حضرت ایشان خواجہ خاوند محمود سے لے کر خواجہ محمد بن خواجہ وفائی نقشبندی کے عہد تک خاندان محمودیہ کے حالات درج ہیں آپ اعلیٰ درجہ کے مبلغ مناظر بھی تھے آپ اعلیٰ درجے کے مناظر بھی تھے آپ نے اکثر کامیاب مباحثے اور مناظرے کئے حضرت ایشان ایک عظیم خطاط بھی تھے آپ نے سیدعلی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کی کشف المحجوب کو اپنے دست مبارک سے نقل کیا اور حاشیہ پر مولانا عبدالغفور لاہوری کی چیدہ چیدہ شرح کو بھی محفوظ کیا کتاب کے آخر میں آپکے دستخط اور تاریخ یک شبنہ غرہ ربیع الثانی بوقت دوپہر ۱۰۱۴ھ درج ہے آپ نے چند قرآن کریم بھی اپنے ہاتھ سے کتابت فرمائے آپکے تحریر کردہ ایک قلمی قرآن شریف کی نشاندہی ہوتی ہے جو دوحصوں میں منقسم ہے یہ قلمی قرآن کریم جو حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے خاندان میں موجود تھا جو انہوں نے اپنی ایک صاحبزادی کے جہیز میں دیا جو اب تک موجود ہے آپ نے ۱۲ شعبان ۱۰۵۲ھ بمطابق ۴، نومبر ۱۶۴۲ء نماز مغرب ادا کرنے کے بعد کا یہ شعر پڑا:

؎ الٰہی غنچہ امید بکشا
گل از روضہ جاوید نما

پھر عشا سے قبل سجدہ میں سر رکھا اور جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

عہدہ شاہ جہاں میں ایک اور مشہور شخصیت منشی مولانا میز لاہوری ہیں جو ابوابرکات منیر لاہوری کے نام سے مشہور ہیں یہ شخص شعر وسخن میں نابغہ روزگار اور خوشنویسی میں باکمال تھا اس کا خاندان تصوف تسنن میں معروف اور فن خوشنویسی میں مشہور اور لاہور میں مقیم تھا اکبر نامہ کے مسودات ابوالفضل کی ہدایت پر آپ ہی نے تیار کئے منیر کے دو بھائی ابولفیض المتخلص فیضی اور ابوالفتح ضمیر تھے خطاطی میں ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد لاہور میں موجود رہی (۲۹)۔ اسی طرح مغلیہ عہد میں شہزاہ دارا شکوہ ملا شاہ بدخشی کا مرید تھا اور حضرت میاں میر سے قرب رکھتا تھا۔ اس نے اپنی تصانیف سفینتہ الاولیاء، سکینۃ الاولیا حضرت میاں میر کی صحبت میں رہ کر مکمل کیں۔ ایک اور

شخص ملا محمد علی بن شیخ حسن السرہندی نے مسجد وزیر خان کے کتبات کتابت کئے یہ خوشنویس بھی دارا شکوہ کے مطابق حضرت میاں میرؒ کی خانقاہ سے وابستہ رہا (۳۰)۔اورنگ زیب (۱۰۶۹ھ۔۱۱۱۸ھ/ ۱۶۵۹ء۔ ۱۷۰۵ء) تک علم سے بہت شغف رکھتا تھا اس نے بے شمار مکاتب اور مدارس قائم کئے اس کے عہد میں لاہور بادشاہی مسجد سے متصل طالب علموں کی رہائش کے انتظام کے ساتھ ساتھ خطاطی سکھائے جانے کا انتظام بھی تھا اس حکمران کا وسیلہ روزگار قرآنی خطاطی تھا لاہور کے سید علی خان جواہر رقم اورنگ زیب عالمگیر خطاطی میں اُستاد تھے۔سید علی خان جواہر رقم اور ابوالفتح کامل خان شاہی کتب خانوں میں کتابوں کی تیاری کے نگران بھی تھے۔ اورنگ زیب نے اپنے ہاتھ سے قرآن کریم مکمل کر کے سات ہزار روپے کی لاگت سے اسے سجایا ایک نسخہ مکہ اور دوسرا مدینہ بھیجا۔ دوسرے ولی خطاط میاں شیر محمد شرقپوری کا حجرہ اس مزار میں موجود ہے جس جگہ شیر محمد شرقپوری چلہ کشی کرتے رہے۔

آج ہر مسلم گھرانے میں کسی نہ کسی خطاط کا لکھا ہوا مطبوعہ یا غیر مطبوعہ قرآن کریم موجود ہے انہی مسلم خطاطوں نے مساجد، مزاروں خانقاہوں، درسگاہوں کو قرآن خطاطی سے سجا کر آموزگان خطاطی کو مختلف مکاتب مہیا کئے ۔قرآن خطاطی کی ہر طرز مبہوت کن ہے۔ کاتب قرآن کریم کی کتابت روح کی گہرائیوں سے مقدس فریضہ سمجھ کر کرتا ہے یہاں تک کہ آرٹ آرٹسٹ کی نسبت زیادہ اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے۔مولانا علم الدین سالک کے مطابق ہندوستان میں چند سو سال قبل یہ رواج پایا جاتا تھا کہ جب کسی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا تو وہ کفارے کے طور پر قرآن مجید خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر یا لکھوا کر کسی بزرگ کی درگاہ پر رکھواتا لاہور میں حضرت علی ہجویری کی درگاہ پر بڑے نایاب نسخے ہوا کرتے تھے۔ جو محکمہ اوقاف نے دریا بُرد کروا دیئے انہی نسخوں میں فقیر خانہ میوزیم میں اعتماد والد دلہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کچھ پارے محفوظ ہیں (۳۱) جس طرح تمام اولیائے کرام کا شجرہ طریقت حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔اسی طرح تمام خطاطین کا روحانی رشتہ بھی حضرت علیؓ سے ہے (۳۲)۔

فن کیسا بھی ہو روح کے سانچے میں ڈھل کر نمو پاتا ہے بالخصوص خطاطی جیسا پاکیزہ فن تو روح کی گہرائی میں اُتر کر جذبات انسانی کی حس لطیف کے موتی لے کر ابھرتا ہے کسی قوم کی طرز معاشرت میں انسانی روح کی حس لطیف اور مزاج کا گہرا دخل ہوتا ہے ابو ریحان التوحیدی نے لکھا ہے کہ میں نے ابو جہل سے نصر الدولہ شاسنکیر کی کتابت کرتے تھے پوچھا کہ آپ اہل جبل کے خط ہیں اور اہل عراق کے خط میں کس طرح فرق کریں گے تو آپ نے کہا اس طرح کسی ذی حس پر وہ فرق مخفی نہ ہے اور نہ کسی شک وشبہ کا محتاج ہو ہمارے حضرات کا خط روشن اور رونق والا ہے اور اہل جبل کا سخت ہے جب کبھی اتفاق سے کوئی حرف بلندی کے ساتھ قائم ہوا تو اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ گویا درست حروف کی لپیٹ میں کوئی خطا واقع ہوئی ہے پھر باقی حروف کی تیاری کے لیے کوئی رونق باقی نہیں

رہتی۔

خطاطی کا انسانی حس لطیف کے ساتھ گہرے تعلق کا ایک اور واضح ثبوت کے طور پر التوحیدی علم الکتابت میں رقمطراز ہے کہ میں نے طالع کے کاتب علی بن جعفر کو کہتے سنا ایک خطاط کے خط کے بلند اور اونچا کرنے میں صرف اپنے ہاتھ کو بچانا سب سے زیادہ نفع مند ہے خاص کر جب یہ ثقیل ہو کیونکہ حرکات جب حروف کی شکل اختیار کریں اور حروف جب حرکات میں دفن ہو تو خطیہ اور حروف شکلیہ اتنے ہی محفوظ رہیں گے۔ جتنے وہ حروف سے بھرے ہوں گے اور ان کے ابدان اتنے ہی بچے ہوں گے جتنی ان دونوں کی طرف نسبت ہوگی اور ان دنوں ایک دفعہ میں اپنے ہاتھ میں کوڑا لے کر اسے کئی مرتبہ اپنی سواری پر اٹھایا تو کچھ وقت کے لئے میرا خط بدل گیا اور جب اس واقعہ کو اس نے اپنے استاد ابوسلمان کے سامنے بیان کیا تو اس نے کہا بہت خوب"

گویا یہ وصف ہمیں ایک موسیقار کے ہاں بھی نظر آتا ہے کیونکہ گاتے وقت وہ صوتیات کو وزن کرتا ہے کبھی بھاری صوت کو ہلکی سے اور کبھی ہلکی کو بھاری سے ملاتا ہے کبھی دونوں کو ایک دوسری سے جدا کرتا ہے کبھی دونوں میں سے ایک کو دوسری پر اُٹھاتا ہے خواہ ایک ضرب کی زیادتی سے ہو یا ضرب کی کمی سے اس عمل کے دوران وہ حسِ لطیف سے گزرتا ہے اور حسِ لطیف نفس لطیف کے ساتھ اس طرح پیوست ہے کہ وہ نفس کثیف کو بہت حد تک متاثر کر دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر خطاط باریش، پابند صوم وصلوٰۃ اور کسی نہ کسی روحانی سلسلہ سے وابستہ رہے کوئی سہروردی ہے تو کوئی نقشبندی کوئی قادری ہے تو کوئی اویسی اور آج بھی یہی کیفیت ہے۔ان سب کا تعلق انسانی حسِ لطیف سے ہے جس طرح حس لطیف تک پہنچے کے لیے نفسِ کثیف کو نفس لطیف میں بدلتے وقت کٹھن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے تصوف کی بھی یہی صورتحال ہے روحانی اعتبار سے اسلامی تہذیب وتمدن کا نشو ونما ایسے علاقہ میں تھا۔ جہاں وسیع اور گھنے جنگل نام کو نہ تھے صحرا وسیع اور نیم بنجر زمینوں کے مقابل جو چیز بڑی صاف اور واضح نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی صناعی اور فن تعمیر میں بھی صفائی کا دخل ہے یہ ان سرزمینوں میں پھلا پھولا جو بڑے۔ گھنے جنگلات سے ڈھکے ہوئے تھے جہاں پتوں کی باریک باریک لکیروں اور پھولوں کے حصوں میں جزئیات کی نزاکت پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے جہاں آنکھ ہر پتی اور ہر ہر پھول کا الگ الگ نظارہ کرتی ہے لیکن پورے درخت کو بہت کم دیکھتی ہے اور سارے جنگل کو تو کبھی بھی نہیں دیکھتی اس لئے ہندو آرائشوں کی باریکیوں پر جان دیتے ہیں لیکن بالکل صاف اور واضح تصویری سائے پیدا کرنے کے شوقین نہیں ہیں اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی عمارتیں بھی آرائش سے محروم نہیں لیکن ہندو اور مسلمانوں کی آرائش میں بڑا فرق ہے ہندو تفصیلات میں پھول پتوں

کی باریکیاں پیدا کرتے ہیں لیکن مسلمان اپنی عمارتوں کو رنگ و خط، ابھرویں نقاشی کاشی کاری اور خطاطی سے آراستہ کرتے ہیں اور کسی حالت میں بھی اعتدال ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تمام روحانی سلسلے اور تمام خطاطوں کا سلسلہ حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے۔ لاہور کے معروف خطاطین حافظ محمد یوسف سیدیدی معظم آباد صوفی عبدالرشید لاہوری نے میاں شیر محمد سے لفظ سبحان اللہ کی اصلاح لی، سید انور حسین نفیس رقم نے برصغیر کے روحانی پیشوا عبدالقادر رائے پوری کے دست حق پرست پر بیعت کی محمد شفیع انور سیالوی خواجہ قمرالدین سیالوی اور راقم خود خواجہ حمید الدین سیالوی کا مرید ہے صرف خورشید عالم گوہر قلم پیر کرم شاہ کی وجہ سے خطاط اعلیٰ ہوئے۔ صوفی خورشید عالم اور حافظ یوسف سدیدی آپس میں پیر بھائی تھے اور غلام سدیدالدین مرولہ شریف موجودہ معظم آباد سے بیعت تھے۔ شیخ فضل الرحمٰن خوشنویس مولانا اشرف علی تھانوی کے پاس دو سال رہے۔ غرض کہ ہر اعلیٰ خطاط کسی نہ کسی روحانی سلسلہ سے وابستہ رہا۔ مختلف گدی نشینوں کے پاس خطاط عمومی طور پر ان کے ملفوظات کو قلمبند کرتے رہتے جن کے لکھے ہوئے قلمی ملفوظات اور دیگر مسودے آج دنیا کے عجائب خانوں اور لائبریریوں میں موجود ہیں اور خطاطی کا بے بہا سرمایہ ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) سورۃ العلق، آیت ۳ تا ۵

(۲) محمد حمید اللہ۔ زبان اور اللہ کا کلام۔ اورینٹل کالج میگزین خصوصی شمارہ جشن صد سالہ اورینٹل کالج جلد ۴۸ عدد ۱، ۲، شمارہ ۱۸۸ تا ۱۸۹، مدیر ڈاکٹر عبادت بریلوی۔ ص ۹

(۳) ایضاً، ص ۱۲

(4) Annemarie Schimmel, Islamic Culture and Calligraphly, London ,1990 P-34

(۵) عبدالقیوم تدریس نسخ۔ اُردو بازار لاہور ۱۹۶۱ء ص ۸

(6) Mortin Lings,The Quranic Art of Calligraphy and illustration westharm,1976 P-15

(7) Michael Hamilton Burgoyne, Mumluk Jerusalem, An archectural Study, British School of Archalelogy in Jeruslem, World of Islam Festival Trust Paris,1987, P.P-55-56

(8) Ibid, p 56

(۹) ڈاکٹر احمد شلبی / مترجم ادریس صدیقی "مسلمانوں کا نظام تعلیم "اردو اکیڈمی ۱۹۸۵ء ص ۳۱

(۱۰) سید نور اللہ اور جے پی نائک مترجم مسعود الحق ۔تاریخ تعلیم ہند ۔ترقی اُردو بیورونئی دہلی ۱۹۸۲ء

(۱۱) اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ۔مقالہ تصوف ،ص ۸۱۴

(۱۲) ایضاً

(۱۳) ابوریحان التوحیدی المتوفی ،علم الکتابت مترجم ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کتاب خانہ نورس اُردو بازار لاہور ص ۹

(۱۴) اُردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۲۳،ص ۳۲

(۱۵) ابوریحان التوحیدی المتوفی ۔علم الکتابت ۔ص ۲۲

(۱۶) ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ ،خطاطی کے فروغ میں لاہور کا حصہ ،مقالہ پی ایچ ڈی ۱۹۹۸ء ، پنجاب یونیورسٹی شعبہ تاریخ لاہور ۔ص ۱۲۵

(۱۷) ابوالقاسم فرشتہ " تاریخ فرشتہ " جلد اول مترجم عبدالحئی خواجہ اشاعت دوم شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۴ء ص ۲۶

(۱۸) ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ ،خطاطی کے فروغ میں لاہور کا حصہ ۔

(۱۹) اعجاز راہی ،تاریخ خطاطی ،ادارہ ثقافت پاکستان اسلام آباد ۱۹۸۶ء ص ۱۳

(۲۰) محمد دین کلیم ،مدینۃ الاولیاء

(۲۱) صباح الدین عبدالرحمٰن " بزم مملوکیہ " مطبع اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء ص ۲۹

(۲۲) ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ خطاطی کے فروغ میں لاہور کا حصہ ۔مقالہ پی ایچ ڈی ۱۹۹۸

(۲۳) صباح الدین عبدالرحمٰن جامی " بزم مملوکیہ " ادارہ معارف اعظم گڑھ انڈیا ص ۳۸

(۲۴) سدید الدین عوفی "لباب اللباب " ص ۲۸

(۲۵) تاریخ فرشتہ محولہ بالا ص ۴۸

(۲۶) میجر ریورٹی " طبقات اکبری "انگریزی ترجمہ ،ص ۲۱

(۲۷) صباح الدین عبدالرحمٰن " بزم مملوکیہ " محولہ بالا

(۲۸) مخطوطات گیلری لاہور عجائب گھر لاہور

(۲۹) محمد اقبال بُھٹہ خطاطی کے فروغ میں لاہور کا حصّہ محولہ بالا

(۳۰) داراشکوہ ترجمہ مقبول بیگ بدخشانی سکینۃ الاولیا'' پیکجز لمٹیڈ لاہور، ص ۲۱

(۳۱) عابد نظامی، لاہور میں قرآنی نوادر سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم شمارہ۔۵ جلد ۱۳ نومبر ۱۹۶۹ء ص ۸۸۳

(32) Ann Marie Schimmel Op. Cit

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆